

ایڈیٹر کے نام خطوط

صبیحہ زبیر، بنگلور

اپتین مارچ اپریل ۲۰۰۹ کا شمارہ ملا۔ موسمیاتی تبدیلی سے مقابلہ آرائی کا عزم کر ہی رہے تھے کہ اپتین کا ملنا عزم میں اضافے کا موجب بن گیا۔ تمام مضامین اعلیٰ درجے کے ہیں۔ بالخصوص آپ کا مضمون ”بین المذاہب ہم آہنگی“ دعوتِ فکر دیتا ہے۔ یقیناً مذہبی ہم آہنگی وقت کا اہم تقاضہ ہے۔ قدرت کی عطا کردہ اس زندگی میں اگر ہم نفع نقصان سے بالاتر ہو کر تعیری کا موموں کی طرف توجہ دیں تو دنیا رہنے کے لئے قابل قبول بن جائے اور یہی وقت ممکن ہے جب فکر و خیالات میں ہم آہنگی ہو۔ ایپوچیل جس مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں وہی ہمارا بھی منشاء ہے۔ دیگر مضامین بھی بہت خوب اور معلومات سے مزین ہیں۔

رضوان السجاد، پھپھوند، اتر پردیش

اپتین اول تا آخر بے حد معلوماتی میگزین ہے۔ کبھی کبھی دستیاب نہ ہونے سے اس کے مطالعہ سے محروم رہتا ہوں۔ اس کے تمام موضوعات منفرد ہیں جو دیگر رسائل میں نہیں ملتے۔ ساتھ ہی یہ اپنے کاغذ، طباعت اور تصاویر کے لحاظ سے بھی جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔

مارچ اپریل ۲۰۰۹ کا شمارہ معلومات سے پُر ہے۔ خواتین سائنس داں کے تحت گریڈ کوری سے متعلق تفصیلات اور ”دنیا کے لئے خواتین کی خدمات کا جشن“ بڑے معلوماتی مضامین ہیں۔ علاوہ ازیں ماحول دوست موسیقی، بین مذاہب ہم آہنگی، منزل کی سمت پہلا قدم، ماحولیات سے متعلق مضمون ہریالی کے کئی رنگ بے حد پسند آئے۔

علی خواجہ، بنگلور

مارچ اپریل کے شمارے میں ایف بی آئی کے ڈائریکٹر رابرٹ ایس۔ میولرسوم کی تقریر جو آپ نے شائع کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا میں ہم جیسے بہت سارے لوگ کس انداز سے سوچ رہے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے امریکہ کا حوالہ دیا ہے، ٹھیک اسی طرح ہندوستان میں بھی قانون نافذ کرنے والوں اور عوام کے درمیان اعتبار کا فقدان پایا جاتا ہے۔ بہر حال ہمیں پوری دنیا میں اس باہمی بے اعتباری کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مسٹر میولر نے مینیٹوٹا کے ایک شخص کا ذکر کیا ہے جو پہلا امریکی شہری ہے جس نے صومالیہ میں خودکش دہشت گردانہ کارروائی میں حصہ لیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک ایسے دور

سے ہم گزر رہے ہیں جب ’میں اور تو‘ کی بات بے معنی لگتی ہے۔ دہشت گردی اور نفرت کے یہ ہرکارے ہمارے پیدا ہی بننے رہے ہیں گے اگر ہم نے اس باہمی بے اعتباری کا قلع قمع نہیں کیا اور آپسی رشتوں کو بہتر بنانے اور افہام و تفہیم پیدا کرنے اور پوری دنیا کو ایک گلوبل ویلج بنانے کی کوشش نہیں کی۔

راہول گھوش، کولکاتہ

اپتین کے مارچ اپریل ۲۰۰۹ کے شمارے میں امریکی خاتون فداکاروں پر لکھی گئی ایلین شو آلٹر کی کتاب پر لارا ملر کا لکھا گیا تبصرہ بعنوان ”کوئی عورت عظیم امریکی ناول کیوں نہیں لکھ سکتی؟“ کی اشاعت پر شکر یہ قبول کریں۔

شو آلٹر ادب کی ایک عالمی شہرت یافتہ تنقید نگار ہیں۔ وہ ہندوستان کی بعض یونیورسٹیوں کے پوسٹ گریجویٹ انگلش کورس کے نصاب میں لٹریری تھیوری اور کرٹیسزم کے موضوع پر شامل نصاب ہیں۔ ملر کی ان کی کتاب پر اس دلچسپ گفتگو نے میرے جیسے ان کے ان قارئین کے اندر ایک خصوصی دلچسپی پیدا کر دی ہے جو پہلے سے انہیں پڑھتے رہے ہیں۔

شو آلٹر نے انیسویں صدی میں برطانوی خاتون ناول نگاروں کی طرح کی ذہین امریکی خاتون ناول نگاروں کی غیر موجودگی پر جو گفتگو کی ہے وہ واقعی غور و فکر کو دعوت دینے والی

ہے۔ اس پر یقین کرنا محال نظر آتا ہے کہ اس دور میں امریکہ میں خواتین کو اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو منظر عام پر لانے سے روکا جاتا تھا۔ ٹھیک یہی صورت حال ہندوستان میں بھی تھی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہندوستان میں تو آج بھی اگر وہ گھریلو کاموں کے علاوہ کچھ کرنا چاہتی ہے تو کسی نہ کسی انداز میں یہ سلسلہ جاری ہے۔ ملر کا یہ مضمون مزید دلچسپ ہوتا اگر انہوں نے انیسویں صدی کے امریکی معاشرے کا مزید تفصیل سے ذکر کیا ہوتا۔



عابد عزیز، کولکاتہ

ایسا لگتا ہے جیسے اپتین اپنے مضامین کے تنوع کی وجہ سے دن بدن اردو قارئین کے لئے ایک ایسا دستاویزی رسالہ بنتا جا رہا ہے جسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہو سکے گا۔ تازہ شمارے میں ’زیارت ہندی تجرید نو‘ بین المذاہب ہم آہنگی اور ’دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اشتراک‘ اہم اور خیالات کو ہمیز لگانے والے مضامین ہیں۔ لیکن مجھے سب سے زیادہ پسند حسین عثمانی کا لکھا ہوا مضمون ’دینی بیچامات کی تزیین‘ آیا جس میں نہ صرف امریکہ میں رہنے والی ایک مسلم مصورہ سلمیٰ ارسطو کے فن سے روشناس کرایا گیا ہے بلکہ اس بات کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ ایک فنکار کا فکری پس منظر کس قدر اس کی فنکاری کے اسلوب کو متاثر کرتا ہے۔ سلمیٰ ارسطو کا یہ بیان بہت بروقت ہے کہ ”میں اپنے آرٹ ورک سے ایک ایسی دنیا بنانے کی کوشش کر رہی ہوں جہاں رفاقت و ہم مشربی کا جاادو مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔“ حسین عثمانی نے بہت موثر انداز میں ان کا خاکہ پیش کیا ہے۔

